واقعۂ معراج اور تسخیر ماہتاب

الطاف یوسف

تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات ایسے ہیں جن کے بارے میں روایات واحادیث میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسلامی واقعات کے بارے میں روایات واحادیث کا یہ اختلاف ان کے معرض وجود میں آنے یا نہ آنے کے بارے میں نہیں ہوتا بلکہ اس اختلاف اور بعض اوقات تضاد کا سبب کسی خاص واقعے کی تفصیل بیان کرنے کے بارے میں ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام کا وہ عظیم الشان واقعہ بھی جسے "معراج" سے یاد کیا جاتا ہے، بہت سے دوسرے اسلامی واقعات کی طرح روایات واحادیث کے اختلاف سے نہ بچ سکا۔ قرآن حکیم کی سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں اسلامی روایات کے مطابق واقعہ معراج بیان ہوا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت یہ ہے :۔

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حوله لنریه من اٰیٰتنا ۚ انّهٗ هو السمیع البصیر ۱۷ : ۱ (وہ ذات پاک ہے، جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں تاکہ ہم اس کو اپنے کچھ عجائبات دکھلا دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سورۃ النجم کی آیت یہ ہے :۔

والنجم اذا هوٰی ۙ ما ضلّ صاحبکم وما غوٰی ۚ وما ینطق عن الهوٰی ؕ ان هو الّا وحیٌ یّوحٰی ۙ علّمهٗ شدید القوٰی ۙ ذو مرّةٍ ؕ فاستوٰی ۙ وهو بالافق الاعلیٰ ؕ ثمّ دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی ۔ فاوحٰی الی عبدہٖ ما اوحٰی ؕ ما کذب الفؤاد ما راٰی ہ افتمٰرونه علیٰ ما یرٰی ہ ولقد راٰہ نزلةً اخرٰی ۙ عند سدرة المنتهٰی ہ عندها جنّة المأوٰی

اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ ۝ مازاغ البصر وما طغیٰ ۝ لقد رایٰ من آیٰت ربّہ الکبریٰ ۝

{ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھی نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے۔ اور نہ وہ خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو اُن پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو بڑا طاقت ور (ایک فرشتہ) تعلیم کرتا ہے جو قوی و بختہ کار ہے۔ پھر وہ (فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آپؐ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ (فرشتہ آپؐ کے) نزدیک آیا اور معلق ہوا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانی تھی۔ دل نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔ تو کیا تم لوگ ان (پیغمبرؐ) سے دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انھوں (پیغمبرؐ) نے اس (فرشتے) کو ایک اور دفعہ اترتے ہوئے بھی (صورتِ اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہیٰ پر جو کچھ چھاتا ہے (ہجوم وغیرہ) چھایا ہوا تھا، نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ حد سے بڑھی۔ انھوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔ }

ان آیات کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے نفس واقعہ معراج کا انکار نہیں کیا بلکہ جس التزام سے تاریخ اسلام کے اس واقعے پر مسلمانوں کا اجماع رہا ہے۔ شائد تاریخ اسلامی کے کسی دوسرے واقع پر اس کثرت سے مسلمانوں کا اجماع نہ رہا ہوگا۔ اختلاف صرف اس کی تفصیلات کے بارے میں ہے۔

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم سے قدیم رفقاء اور صحابہ کرامؓ میں سے بعض اس بات کے قائل رہے ہیں کہ معراج محض روحانی تھا۔ ایک دوسری جماعت اس بات کی حامی ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ معراج کے روحانی اور جسمانی ہونے میں اختلاف کے ساتھ ساتھ معراج کی جائے وقوع کے بارے میں بھی اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ ان قدیم اختلافات کے ساتھ ساتھ اب کچھ جدید اختلافات بھی سر اٹھا رہے ہیں۔ مثلاً مسجد اقصیٰ کے بارے میں جو سورۃ بنی اسرائیل کی آیت کے مطابق معراج کی منزل ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد مدینہ منورہ کی مسجد نبوی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس کی بجائے جزیرۂ عرب کی ہی کوئی دوسری مسجد ہے۔

اگرچہ ان اختلافات کا احاطہ کرنا اور ان کی صحت و عدم صحت کا جائزہ لینا اور مختلف و

متضاد روایات و واقعات اور ان کی تفصیلات میں تطبیق دینا ایک انتہائی اہم موضوع ہے اور ان روایات کی چھان پھٹک کر کے صحیح حالات کی کھوج لگانا اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔ لیکن اس وقت چونکہ ہمیں اپنے آپ کو عنوان کی مناسبت سے واقعۂ معراج اور تسخیر ماہتاب تک محدود رکھنا ہے۔ اس لئے ہم واقعات و روایات کے اختلاف کے بیان اور ان کی تحقیق و تطبیق کے بجائے نفس مضمون کو بیان کریں گے۔

تاریخ عالم میں دو قسم کے واقعات کے وقوع پذیر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اوّل: وہ واقعات جو علل و اسباب کے پابند ہوتے ہیں۔ جب کسی واقعے کے وقوع پذیر ہونے کے لئے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ واقعہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے۔ مؤرخین کے لئے اس واقع کا تجزیہ کرنا مشکل نہیں ہوتا۔

دوم: وہ واقعات جو ان اسباب و علل کے بغیر معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ جن کا مشاہدہ و تجربہ عام حالات میں عام طور پر انسان نہیں کرتے۔ ایسے واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے۔

اس تجزیہ کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ دَورِ حاضر کا سب سے بڑا محیر العقول واقعہ تسخیر ماہتاب معجزات میں شمار نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ ایسے اسباب و علل کا مرہون منت ہے جو انسانی تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں۔ اور جو واقعہ انسانی تجربات و مشاہدات پر مبنی اسباب و علل کا پابند ہو وہ معجزہ نہیں بلکہ تاریخ عالم کے ان واقعات میں شمار ہوتا ہے۔ جو معجزات کے علاوہ عام واقعات ہوتے ہیں۔ اس بات کے پایۂ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کہ تسخیر ماہتاب معجزہ نہیں بلکہ تجربہ کے ذریعہ دہرایا جانے والا واقعہ ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ دَورِ حاضر کے اس عظیم الشان کارنامے کے وجود پذیر ہونے میں تاریخ اسلام کے واقعہ معراج نے کیا کردار (ROLE) ادا کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اگر تاریخ عالم میں تسخیر ماہتاب سے قبل واقعہ معراج کا وجود نہ ہوتا تو دَورِ حاضر میں تسخیر ماہتاب کے واقعہ کا وقوع پذیر ہونا ممکن بھی تھا یا نہیں۔

انسانی تجربات و مشاہدات پر مبنی اسباب و علل دو قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل: نظریاتی، دوم: عملی۔

عام طور پر ہوتا یہ رہا ہے کہ کسی واقعے کے وہ اسباب جو اس کے عملی پہلو سے متعلق ہوتے ہیں اس کے نظریاتی اسباب والے پہلو پر غالب آجاتے ہیں۔ اس لئے نظریاتی اسباب پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور عملی اسباب نظریاتی اسباب پر پوری طرح اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔ اور یہ بات تسخیر ماہتاب کے سلسلے

میں اس طرح کے دوسرے واقعات کی نسبت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت پوری دنیا امریکی قوم کے اس کارنامے پر انگشت بدنداں ہے۔ اور حیرت و استعجاب کے عالم میں نظریاتی و عملی پہلوؤں میں تمیز کئے بغیر محض عملی پہلو کی کامیابی پر عملی پہلو کو کامیاب بنانے والی امریکی قوم کو خراج تحسین پیش کر رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر عملی پہلو میں کامیابی پر امریکی قوم قابل صد تحسین ہے تو وہ قوم جس نے نظریاتی پہلو میں کامیابی حاصل کی تھی، عملیاتی پہلو میں کامیابی حاصل کرنے کی نسبت نظریاتی پہلو میں کامیابی حاصل کرنے پر زیادہ تحسین و تبریک کے لائق ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ کسی واقعے کے عملی پہلو میں کامیابی دور از قیاس بلکہ ناممکن ہوتی ہے جب تک کہ اس واقعے کے نظریاتی پہلو میں کامیابی حاصل نہ کی جائے۔ ہر عمل کو کوئی نہ کوئی فکر تحریک دیتی ہے۔ ہر فعل کے پیچھے کوئی نہ کوئی خیال ہوتا ہے اور ہر واقع کے عملی پہلو کو تحریک دینے والا کوئی نہ کوئی نظریاتی پہلو ہوتا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ تسخیر ماہتاب کے امریکی کارنامے کے عملی اسباب و علل کو معرض وجود میں لانے والے نظریاتی اسباب و علل کیا تھے۔

تاریخ عالم پر نگاہ رکھنے والے اس بات سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ ہبوط آدمؑ سے لے کر اب تک کرۂ ارضی کے علاوہ دوسرے سماوی کرّوں کے متعلق جتنی تفصیلات اسلامی تاریخ میں ملتی ہیں کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتیں۔ قرآن حکیم کی متعدد سورتیں سماوی کرّوں پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہیں اور مختلف کرّوں کے مختلف مدارج کو وضاحت سے بیان کرتی ہیں۔ ستاروں، سیاروں، چاند سورج اور دوسرے اجرام فلکی کا بیان بتکرار موجود ہے۔ ان حقائق کا بیان اور ان کی تفصیلات ایک متجسّس ذہن کے لئے زبردست رہنمائی، ذہنی اور دماغی قوتوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ پرواز کی تحریک دیتی ہیں۔ جستجو اور تلاش کا زبردست داعیہ پیدا کرتی ہیں۔ اور تحقیق و تدقیق کے لامتناہی ابواب وا کرتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے تخیّلات و تفکرات کی نئی نئی راہیں نکلتی ہیں۔ اور ان کے تعارف سے فکر و خیال کو پرواز کرنے کے بے شمار مواقع میسّر آتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ قرآن کے ان حقائق کے بیان کو قرون وسطیٰ میں جب یونانی فلسفہ و منطق سے واسطہ پڑا تو دونوں کے امتزاج سے فکر و خیال نے وہ ترقی کی کہ قرون وسطیٰ تک کی تاریخ میں اس دور کے کارنامے دور حاضر کے تسخیر ماہتاب کے کارنامے سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ قرآن و یونان کے اسی امتزاج کا نتیجہ تھا کہ اس دور میں جب یورپ جہالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ ظلمت و تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا

توغرناطہ، قرطبہ اور اشبیلیہ کی سائنسی رصد گاہیں اور تجربہ گاہیں اجرامِ فلکی کی تحقیقات کے ریکارڈ قائم کرنے میں مصروف تھیں۔ یہ اسی دور کی بات ہے کہ جب کبھی یورپی ممالک کا کوئی سیّاح اندلس و دیگر اسلامی ممالک کے محیر العقول سائنسی اور تکنیکی کارنامے دیکھ کر یورپ لوٹتا اور ان حقائق کو بیان کرتا، تو اُس وقت کا پادری اس وقت کے حکمران کے ساتھ مل کر ایسے سیّاح کو دینِ مسیحیت سے خارج ہونے کا فتویٰ صادر کرتا۔ رفتہ رفتہ اسلامی رصد گاہوں اور تجربہ گاہوں کے تجربات و مشاہدات کے نتائج اندلس، سسلی اور جنوبی یورپ کے بہت سے مسلم آبادی کے جزیروں کے واسطہ سے یورپ میں بکثرت پہنچنے لگے۔ اور بہت سے یورپی متجسّس ذہنوں میں ان کے بارے میں دلچسپی بڑھنے لگی۔

تاریخِ ادبِ سائنس و تکنیک اس بات پر گواہ ہے کہ اس شوق و دلچسپی نے بہت سے یورپی متجسّین کو ان تجربات و مشاہدات سے براہ راست معلومات حاصل کرنے کے لئے عربی زبان سیکھنے پر مجبور کیا۔ یاد رہے کہ اس دور میں عربی زبان کی اہمیت دورِ جدید کی یورپی زبانوں۔ انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ سے زیادہ تھی۔ عربی زبان اس وقت اتنی جاندار اور متحرک زبان تھی کہ دنیا کی کوئی دوسری زبان، مذہب و فلسفہ اور سائنس و تکنیک کے اعتبار سے اتنی ترقی یافتہ نہ تھی۔ عربی زبان ایک طرف تو اس وقت کی سب سے زیادہ متمدن اور مہذب قوم کی زبان تھی۔ دوسری طرف تمام علوم و فنون، طب، سائنس، فلسفہ، ریاضی، فلکیات، ارضیات پر محیط۔ ان یورپی متجسّین نے نہ صرف عربی زبان سیکھ کر مسلمانوں کے تجربات و مشاہدات سے ذاتی طور پر استفادہ کیا بلکہ بے شمار سائنس و فلسفے کی کتابیں اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کیں۔ اس طرح بلاواسطہ اور بالواسطہ یورپ مسلمانوں کے سائنسی و تکنیکی کارناموں کے عملی اسباب و علل سے متعارف ہوا۔ اور انتہائی بد دیانتی اور احسان فراموشی سے مسیحی تعصب اور سیاسی کشمکش کی وجہ سے عربی زبان کو پیچھے چھوڑا۔ اور اس کی اہمیت کو گھٹا کر اس میں درج کارناموں کے اسباب و علل کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اپنی زبانوں کو اتنی ترقی دی اور اپنے کارناموں کو اس بلندی پر پہنچا یا کہ ان کے مقابلے میں ہر چیز کو حقیر کر دکھایا۔

ہلال و صلیب کی اس کشمکش نے مختلف ادوار طے کئے اور آہستہ آہستہ سیاسی و اقتصادی طور پر صلیب ہلال پر غالب آتی گئی اور مسلم اقوام ہر محاذ پر شکست خوردہ ذہنیت کی مالک ہوتی چلی گئیں کہ وہ خود دشمنوں کے پروپیگنڈے میں آکر اپنے ماضی سے نفرت اور دشمنی کے حال سے محبت

والفت کرنے لگیں۔ اس طرح مسلمانوں کے سائنسی و تکنیکی کارناموں کے نظریاتی اور عملی اسباب و علل پر یورپی اقوام غالب آ گئیں۔

تسخیرِ ماہتاب کے سلسلے میں بھی یہی ہوا۔ پوری تاریخ انسانیت اس بات پر گواہ ہے کہ کسی انسان کے کرۂ ارضی سے دوسرے سماوی کرّوں کی طرف جا کر واپس آنے کا بیان سوائے تاریخِ اسلام کے کسی دوسری جگہ نہیں ملتا[1] اسلامی نقطۂ نظر سے اس واقعے کا بیان ایک معجزہ ہے۔ قطعِ نظر اس بات کے کہ معراج کا یہ واقعہ روحانی تھا یا جسمانی، اپنی تفصیلات کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ کے نظریاتی اسباب و علل کی رُو سے جو تفصیلات معراج کے واقعہ کی روحانی معراج کی صورت میں بیان کی جاتی ہیں۔ وہی جسمانی معراج ہونے کی صورت میں بیان کی جاتی ہیں۔ اس لئے ایک متجسّس ذہن کے لئے روح اوپر گئی اور واپس آئی۔ یا جسم اوپر گیا اور واپس آیا، دونوں برابر ہیں۔ جبکہ اس واقعہ سے اس ذہن کو پرواز کا موقع ملتا ہے۔ اس کی فکر کو پرواز کی تحریک ہوتی ہے۔ اور اس کے تخیّل میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔

اجرامِ فلکی کا مطالعہ ایک قدیم فن ہے۔ لیکن اس فن کی غایت اور اس فن کا مقصد اس غایت اور اس مقصد سے بالکل مختلف ہے جس کی طرف اسلام نے سب سے پہلی دفعہ رہنمائی کی۔ تاریخ اسلام کے واقعۂ معراج نے اجرامِ فلکی کے مطالعہ میں ایک نئی راہ کھولی اور ایک سربستہ راز کی طرف پہلی دفعہ رہنمائی کی۔ اس واقعہ کا بیان اور اس کی تفصیلات قرونِ وسطیٰ سے لے کر اب تک متجسّسین اور محققین کے

---

[1] یہ کہنا کہ پوری تاریخ انسانیت میں آسمانوں پر جانے اور وہاں سے واپس آنے کا معراج رسول ؐ سے قبل کوئی بیان موجود نہیں۔ ہماری محدود معلومات کی حد تک درست ہو سکتا ہے، لیکن اس ضمن میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محض آسمانوں پر جانے کا خیال پیدا ہونا جس کا فرعون نے ہامان سے اظہار کیا تھا (دیکھئے $\frac{40}{36-37}$) یا جیسے عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ ؑ کے آسمان پر جانے اور واپس آنے کا عقیدہ ہے ان میں سے کسی کو کیوں نہ اس سلسلہ کی کڑی مان کر انہیں اولیت دی جائے؟ یوں بھی جا کر واپس آنے سے قبل ایک تصور کا وجود ہے جو آسمانوں پر جانے کا ہے اور وہ انسانی ذہن کو مائل بہ پرواز کرنے کے لئے پوری قوت رکھتا ہے (مدیر)

لئے، معجزہ کے علاوہ ایک آئندہ ہونے والے عملی واقع کے لئے مسلسل کئی صدیاں نظریاتی اسباب و علل کی بنیاد فراہم کئے رکھی۔ اس واقعہ کے نظریاتی اسباب و علل اتنے مفید اور اتنے اعلیٰ وارفع تھے کہ ان پر عمل کرنے سے قبل بے شمار عملی اسباب و علل کا وجود ناگزیر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ متذکرہ بالا قرآنی آیات کے نزول سے لے کر اب تک دَورِ حاضر کے تسخیرِ ماہتاب کے نظریاتی اسباب و علل کی بنیاد پر جن عملی اسباب و علل کی ضرورت تھی پوری انسانیت ان کو معرض وجود میں لانے میں مصروف رہی۔ اور اب جبکہ قرآن کے فراہم کردہ نظریاتی اسباب و علل کی بنیاد پر عملی اسباب و علل معرضِ وجود میں آگئے۔ تو تسخیرِ ماہتاب کے نظریاتی اسباب و علل، اُس کے عملی اسبابِ و علل سے اپنی اہمیت کے اعتبار سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ بلکہ ہماری نظر میں نظریاتی اسباب و علل، عملی اسباب و علل سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جب تک کسی فکر یا کسی نظریے کا وجود نہ ہو۔ اس پر کسی فعل یا عمل کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دَورِ جدید کی سائنسی و تکنیکی ایجادات و تجربات قابلِ صد آفرین ہیں کہ وہ تسخیرِ ماہتاب کے عملی اسباب و علل کو معرضِ وجود میں لانے کا سبب بنے، تو اسلام اس سے زیادہ قابلِ تحسین و تبریک ہے کہ وہ تسخیرِ ماہتاب کے نظریاتی اسباب و علل کو معرضِ وجود میں لانے کا سبب بنا۔

کسی واقع کے عملی اسباب و علل کے سامنے اس کے نظریاتی اسباب و علل کو تین وجوہ کی بنا پر پسِ پشت ڈالا جاتا ہے۔ اوّل: وہ قوم، جس کے افراد ان نظریاتی اسباب و علل کو معرضِ وجود میں لائے ہوں، تاریخی حوادث و عوامل کی وجہ سے اس کی اہل نہ رہی ہو کہ وہ اس کے عملی اسباب و علل پر قدرت حاصل کر سکے۔ اور کوئی دوسری قوم تاریخ میں اس کی جگہ لے لے اور وہ اس واقع کے نظریاتی اسباب و علل کی روشنی میں اس کے عملی اسباب و علل پر قابو پاکر اس واقعہ کو معرضِ وجود میں لے آئے۔ دوم: نظریاتی اسباب و علل اور عملی اسباب و علل کے وقوع پذیر ہونے میں تاریخی اور مکانی طور پر اتنا بعد ہو کہ لوگ عام طور پر یہ بھول جائیں کہ اس واقعہ کے نظریاتی اسباب کو کون معرضِ وجود میں لایا تھا۔ اور وہ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اس واقعہ کے نظریاتی اسباب کو بھی اس قوم کی طرف منسوب کرنے لگیں، جو اس کے عملی اسباب پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی ہو۔ سوم: نظریاتی اور عملی اسباب و علل پیدا کرنے والی دو مختلف قومیں آپس میں دین و ملّت، تاریخ و جغرافیہ، زبان و ادب اور تہذیب و تمدن میں

ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ اور بعد میں آنے والی قوم، پہلی قوم کے ساتھ نظریاتی تعصب و جنون میں بُری طرح مبتلا ہو کر، اس کے دین و مذہب، فلسفہ و ادب، سائنسی و تکنیکی ایجادات کو بُری طرح مسخ کرنے میں باقاعدہ منصوبہ بندی سے کام لے۔ اور اس طرح ان تمام واقعات کے نظریاتی اسباب و علل کو قصداً فراموش کرتی چلی جائے۔ جن کو معرضِ وجود میں لانے کے لئے اسے صرف عملی اسباب و علل کو معرضِ وجود میں لانا ہو۔ ہلال و صلیب کی قرونِ وسطیٰ میں اور دَورِ حاضر میں مذہبی و سیاسی اور اقتصادی کشمکش کا تجزیہ کیا جائے تو مندرجہ بالا تینوں وجوہ بیّن طور پر بدرجہ اتم کام کرتے نظر آئیں گے۔ تسخیرِ ماہتاب کے نظریاتی اسباب پیدا کرنے کے بعد کچھ تو فنی و تکنیکی معلومات اور ان پر مہارت کی کمی کی وجہ سے مسلمان قوم اس کے عملی اسباب پیدا کرنے میں ناکام رہی اور کچھ سیاسی انتشار کے بعد ذہنی اور علمی طور پر وہ کارنامے انجام نہ دے سکی، جو عملی اسباب پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ دوسرے سبب پر غور کرنے سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ واقعہ معراج اور تسخیرِ ماہتاب کے درمیان تاریخی اور مکانی بعد چند سال کا نہیں، چودہ سو سال کا ہے۔ اور تیسرا اور سب سے بڑا سبب بھی بہت واضح ہے کہ یورپی اقوام نے کس تعصّب اور مذہبی جنون سے قرونِ وسطیٰ میں جنگیں شروع کیں، اور بیسویں صدی میں جنگِ عظیم کے دوران مسیحی فوجی دمشق میں داخل ہوتے وقت بھی یہ نعرہ لگا رہے تھے کہ ہم نے صلاح الدین ایوبی کا بدلہ لے لیا۔ اور یہ کہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ چنانچہ یہی وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کے بے شمار نظریاتی اسباب و علل جن کی بنیاد پر یورپی و امریکی اقوام نے بے شمار عملی اسباب و علل کی مدد سے سائنس کے محیر العقول واقعات پیدا کئے، بھلا دیئے گئے اور محض عملی اسباب و علل میں کامیابی کی وجہ سے اس کے نظریاتی اسباب و علل کو پس پشت ڈال دیا گیا۔